کہ میں ایک ایسا کلمہ تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں جسے اگر تم مان لو گے تو عرب اور عجم سب اس کی بدولت تمہارے تابعِ فرمان ہو جائیں گے۔ کلمۃ واحدۃ تعطونیہا، تملکون بہا العرب وتدین لکم بہا العرب۔ قریش کے لوگوں نے اُس وقت اس بات کو جھوٹ سمجھا تھا۔ وہ اس کے برعکس اپنی جگہ یہ سمجھ رہے تھے کہ اس کلمے کو ہم نے قبول کر لیا تو تمام عرب ہم پر ٹوٹ پڑیگا اور ہماری ریاست تو کیا، ہمارا وجود بھی یہاں باقی نہ رہ سکے گا۔ وہ کہتے تھے کہ اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا "اگر ہم تمہارے ساتھ اس ہدایت کی پیروی اختیار کر لیں تو ہم اپنی جگہ سے اُچک لیے جائیں گے"۔ لیکن اللہ کے رسول کی زبانِ مبارک سے جو کچھ نکلا تھا وہ لفظ بلفظ پورا ہو کر رہا۔ قریش کے جن لوگوں نے حضور کی یہ بات اپنے کانوں سے سنی تھی انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ چند سال کے اندر عرب اور عجم سب خلافتِ اسلامیہ کے تابعِ فرمان ہو گئے اور قریش ہی کے خلفاء اس عظیم الشان سلطنت کے فرمانروا ہوئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک یہ گھر صرف عرب کا مرکز تھا اور عرب ہی اس کے حج کے لیے آتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ اعلان کرایا کہ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ "جہاں بھی تم ہو، نماز میں اپنا رُخ اسی کی طرف پھیرو"۔ اور جب مالکِ زمین و آسمان نے اپنے آخری نبی کے ذریعہ سے یہ فرمان صادر کیا کہ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا "اللہ کا حق ہے لوگوں پر اِس گھر کا حج، جو شخص بھی اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو"، تو یہ گھر تمام دنیا کے لیے مرکز و قبلہ بن گیا۔ آج دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اس گھر کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنے والے موجود نہ ہوں، اور کوئی خطۂ زمین ایسا نہیں ہے جہاں سے اللہ وحدہٗ لاشریک کے ماننے والے اس کا حج کرنے کے لیے نہ آ رہے ہوں۔ جس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان احکام کا اعلان ہوا تھا اُس وقت اسلام کا نفوذ و اثر صرف مدینۂ طیبہ اور اس کے گرد و پیش ایک چھوٹے سے علاقے تک محدود تھا۔ کوئی شخص بھی اُس وقت یہ اندازہ نہ کر سکتا تھا کہ یہ احکام

تمام روئے زمین پر اور اتنے بڑے پیمانے پر نافذ ہونگے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب دس دس لاکھ آدمی دنیا کے ہر حصے سے کھچ کر یہاں جمع ہونگے۔ خداوندِ عالم کی طاقت کے سوا اور کونسی طاقت ایسی ہو سکتی تھی جو اس خانۂ کعبہ کو یہ مقبولیت، یہ مرکزیت اور یہ کشش عطا کر دیتی۔

حضرات! یہ اللہ عزوجل کی بے شمار نشانیوں میں سے چند نمایاں نشانیاں ہیں جن کی طرف میں نے آپ کو توجہ دلائی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سرزمین میں آنے کی سعادت بخشی ہے تو آپ اس کا پورا فائدہ اٹھائیں اور یہاں سے گہرا، سچا، اور پختہ ایمان لے کر جائیں۔ یہاں اللہ کی جو نشانیاں نظر آتی ہیں وہ آدمی کا دل اس یقین سے بھر دینے کے لیے بالکل کافی ہیں کہ یہ گھر واقعی بیت اللہ ہے، اس کے بنانے والے حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام حقیقت میں اللہ کے رسول تھے، اور جس عظیم الشان ہستی کی بدولت یہ گھر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے شرک و بت پرستی سے پاک ہو کر تمام دنیا کے اہلِ توحید کا قبلہ اور مرکز و مرجع بنا اس کی نبوت و رسالت ہر شک و شبہ سے بالاتر ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

ادارۂ معارفِ اسلامی

— پروفیسر خورشید احمد صاحب —

دنیائے اسلام کے اہلِ فکر میں اس وقت یہ عام احساس پایا جاتا ہے کہ ہم اپنی تاریخ کے شدید ترین دورِ اضطراب سے دوچار ہیں۔ ایک طرف نئے نئے مسلمان ملک آزادی سے ہمکنار ہو رہے ہیں اور آزادی اپنے جلو میں تعمیرِ نو کے مسائل کا ایک ہجوم لیے ہوئے آرہی ہے۔ دوسری طرف مغرب کا ذہنی، فکری اور ثقافتی غلبہ اپنی انتہا کو پہنچا جا رہا ہے۔ نوجوانوں کے ذہن شک و تردّد کی آماجگاہ بنے ہوتے ہیں۔ مغربیت زدہ تعلیم نئی نسلوں کو ہماری ملی روایات اور تہذیبی ورثہ سے کاٹ کر ہمارے معاشرے کی بیخ کنی کر رہی ہے۔ جدید فلسفہ اور سائنس کے حملوں نے ذہنی اطمینان اور قلبی سکون کو پامال کر دیا ہے اور قوم کے ذہین و فعال طبقے عقیدہ و عمل، دونوں کے اعتبار سے نیم مسلمان، بلکہ بعض حالات میں نامسلمان بنتے جا رہے ہیں۔ آج ہماری حالت اس جہاز کی سی ہے جس کے سامنے ایک عظیم سفر کے امکانات ہوں لیکن جس کے لنگر ٹوٹ چکے ہوں۔ آج ہم اس قافلہ کی طرح ہیں جس کے پاس جوان ہمتیں تو ہوں، مگر جو منزل کا پتہ بھول گیا ہو۔ تاریخ نے ہمیں اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے جہاں ۵۲ کروڑ مسلمانوں کی یہ عظیم جمعیت اپنی ۴۳ آزاد مملکتوں کے ذریعہ ایک بے مثال عالمی کردار ادا کر سکتی ہے، لیکن اپنی اندرونی کمزوری، ذہنی غلامی اور فکری انتشار کی وجہ سے وقت کے اس چیلنج کا مردانہ وار جواب دینے کے بجائے محض گھبراہٹ اور سراسیمگی کا شکار ہے۔

تاریخ نے آج مسلمانوں کو اس عظیم آزمائش میں ڈال دیا ہے کہ ہم دورِ جدید کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ سکتے ہیں یا نہیں۔ صحیح حکمتِ عملی اور دانشمندانہ جدوجہد کے ذریعہ ہم تاریخ کا رُخ بدل سکتے ہیں اور ایک نئے دَور کے بانی بن سکتے ہیں۔ لیکن اگر فکر و دانش کی کمزوری اور تدبیر کی غلطی کے

باعث سیلابِ مخالف میں ہمارے قدم اکھڑ جائیں تو پھر ہم خس و خاشاک کی طرح بہ جائیں گے اور بعید نہیں کہ ایک مسلم ملت کی حیثیت سے ہمارا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔

وقت کے اس چیلنج کا مقابلہ جن محاذوں پر کیا جانا ہے ان میں سے ایک اہم ترین محاذ علم و ادب اور فکر و فن کا میدان ہے۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ انسانی زندگی میں افکار و نظریات کو حکمرانی قوت حاصل ہے۔ جس طرح انسان کے جسم میں دماغ کی حیثیت حکمران کی ہے اور تمام اعضاء و جوارح اس کے احکام کی اطاعت کرتے ہیں، اسی طرح ایک نظامِ تہذیب میں افکار و نظریات اور عقائد و خیالات رہنما قوت ہوتے ہیں اور تمام معاشی، سیاسی اور عمرانی امور اسی کے زیرِ اثر طے ہوتے ہیں۔ وہی زمانے کا مزاج بناتی ہے، وہی خیر و شر کے پیمانے مقرر کرتی ہے، وہی اقدار اور معیارات دیتی ہے، اسی سے سوچنے کے انداز، غور و فکر کے زاویے اور عمل کے ضابطے مقرر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام اپنی اصلاحی دعوت کا آغاز ایمان سے کرتا ہے اور پوری کی زندگی کی اصلاح کو ایمان کی اصلاح سے وابستہ کرتا ہے۔ آج جس بنا پر صورتِ حال سب سے زیادہ تشویشناک ہو گئی ہے وہ یہ ہے کہ بگاڑ صرف ماحول ہی میں نہیں ہے بلکہ ایمان مضمحل ہو رہا ہے۔ مغرب کے فکری استیلاء کا سب سے بڑا نشانہ ایمان اور عقائد ہی ہیں۔

پچھلی چند صدیوں سے مغربی فکر و فلسفہ کے ذریعے مسلمانوں کے ایمان پر تیشہ چلایا جا رہا ہے، ان کے افکار و نظریات کو ہدف بنایا گیا ہے، ان کے دل و دماغ کو مسموم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، اور اب یہ کوششیں اپنے نتائج بھی ہمارے سامنے لا رہی ہیں۔ یہ حملہ فلسفہ اور سائنس کے ہتھیاروں سے بھی کیا جا رہا ہے اور تعلیم و تربیت کے اسلحہ سے بھی۔ اس جنگ میں پروپیگنڈا، نشر و اشاعت اور اثر و نفوذ کے تمام ذرائع کو استعمال کیا جا رہا ہے۔ اخبارات و رسائل، پریس اور ریڈیو، اور تقریر و تحریر کا ہر حربہ اس مقصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کا توڑ کرنے کے لیے گو محدود کوششیں تو ہوتی رہی ہیں لیکن منظم اور ہمہ گیر جدوجہد کا فقدان ہے۔ ضرورت ہے کہ

۱۔ اسلام کے فلسفۂ زندگی اور اس کے نظامِ حیات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے اور اس کی

تعلیمات کو عقلی دلائل کے ساتھ آج کی زبان میں پیش کیا جائے تاکہ اسلام کی شاہراہِ مستقیم بالکل واضح اور نمایاں ہو کر سامنے آجائے اور مختلف ذہنی سطح کے لوگ اس کو اچھی طرح سمجھ بھی لیں اور اس پر ان کے دل بھی مطمئن ہو جائیں ۔ ہماری مشکلات کا ایک بڑا سرچشمہ جہل اور لاعلمی ہے ۔ اسلام کا علمی سرمایہ جن زبانوں میں ہے ان تک ہماری نئی نسلوں کی رسائی نہیں اور جن اصطلاحات میں ہے اس سے آج کے لوگ نامانوس ہو گئے ہیں ۔ اگر اسلام کی حقیقی تعلیمات کو آج کی زبان میں مختلف علمی سطحوں پر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جائے تو دین سے انحراف اور مغرب کی غلامی کا ایک بڑا سبب دُور ہو جائے گا اور اسلامی نشأۃ ثانیہ کی بنیادیں مستحکم ہو جائیں گی ۔

۲۔ مغربی علوم و فنون اور نظامِ تہذیب و تمدن کا تنقیدی جائزہ لیا جائے ۔ علمِ جدید کے پورے سرمایہ کا کھلی آنکھوں اور ناقدانہ ذہن کے ساتھ مطالعہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ اس میں کیا کچھ غلط اور قابلِ ترک ہے اور کیا کچھ صحیح اور قابلِ اخذ ۔ یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ خود مغرب کی ذہنی ترقی مسلمانوں کے اثرات کی پیدا کردہ ہے لیکن ایک غلط نظامِ تہذیب اور خالص مادّہ پرستانہ زاویۂ نظر نے علوم و فنون کی ترقی کو بالکل غلط رُخ دے دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ فکر و فلسفہ کا عمومی مزاج زہر آلود ہو گیا ہے اور وہ اپنی صحیح نہج پر ترقی نہیں کر رہا ہے ۔ آج کی بہت بڑی ضرورت یہ ہے کہ غلامانہ ذہنیت کو ترک کر کے مغربی افکار کا مطالعہ کیا جائے ، اس کی غلطیوں کو صاف الفاظ میں بیان کیا جائے اور جو کچھ اس میں صحیح ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تمام علوم کو اسلام کی دی ہوئی اقدار پر مرتب اور مدوّن کیا جائے اور صحیح سمت میں ان کو ترقی دی جائے ۔ اسلام کا نقطۂ نظر بڑا وسیع ہے ، وہ تمام علوم و فنون کی ترقی چاہتا ہے اور اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ یہ ترقی صحیح بنیادوں پر اور صحیح سمت میں ہو ۔

۳۔ آج کی دنیا میں جو مسائل پیدا ہوتے ہیں ، خصوصیت سے معیشت ، معاشرت ، سیاست اور قانون کے میدانوں میں جو نئی پیچیدگیاں رونما ہوتی ہیں ان کا مطالعہ بیدار ذہن کے ساتھ اور بالغ نظری کے ساتھ کیا جائے اور پوری وضاحت کے ساتھ بتایا جائے کہ اسلام کے اصولوں کو زمانہ حال

کے مسائل و معاملات پر منطبق کر کے ایک صالح اور ترقی پذیر تمدن کی تعمیر کس طرح ہو سکتی ہے اور اس میں ایک ایک شعبۂ زندگی کا عملی نقشہ کیا ہو گا ۔ اسلامی اصولوں کی روشنی میں آج کا سیاسی نظام کیا ہو گا، معیشت کا ڈھانچہ کیسے بنے گا، سود کیونکر ختم کیا جاسکے گا۔ اخلاقی اور معاشی ترقی میں مطابقت کس طرح پیدا کی جائے گی، قانونِ تجارت، قانونِ فوجداری، قانونِ شہادت وغیرہ کی تشکیل کیا بنے گی، بین الاقوامی سیاست کے ضابطے کیا ہوں گے، معاشرتی زندگی کی گتھیوں کو کس طرح سلجھایا جائے گا ــــ غرض جو عملی مسائل آج مسلم معاشرہ کو درپیش ہیں انہیں اسلام کی رہنمائی میں کس طرح حل کیا جاسکتا ہے۔ اس طرح خیالات کو بدلنے کے ساتھ ساتھ زندگیوں کے رُخ کو تبدیل کیا جاسکے گا اور وہ تہذیبی نظام قائم ہو سکے گا جو اسلام قائم کرنا چاہتا ہے۔

یہ کام آج وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ خدا ان نیک بندوں اور اجتماعی تحریکوں پر اپنی رحمتوں کی بارش کرے جنہوں نے اس کام کو انجام دینے کی کوشش کی ہے اور ذہنی غلامی کے اس سیلاب کے آگے بند باندھے ہیں۔ لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کام کو منظم طریقے پر اور ایک وسیع پیمانے پر انجام دیا جائے، ایسے ادارے قائم کیے جائیں جو اپنی ساری قوتیں اور توانائیاں کو اس علمی اور فکری جہاد کے لیے صرف کر دیں، اعلیٰ صلاحیت والے نوجوانوں کی ایک کھیپ اُٹھے جو اپنی زندگیوں کو اس عظیم کام کے لیے وقف کر دے، دوسری تمام چیزوں سے اپنی نگاہیں ہٹا کر صرف اسلام کی خدمت کو اپنا مشغلۂ حیات (CAREER) بنالے اور اس کے لیے اپنی زندگیوں کو تج دے۔

ادارۂ معارفِ اسلامی (ISLAMIC RESEARCH ACADEMY) کا قیام وقت کی اسی ضرورت کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک آزاد اور خالص علمی ادارہ ہے جسے تحقیقی اور تعلیمی مقاصد کے لیے قائم کیا جا رہا ہے۔ یہ ادارہ علم و فکر کے میدان میں اسلام کے دفاع اور اس کی ترجمانی کی کوشش کرے گا۔ اس ادارے کے ذریعہ ان تینوں خدمات کو انجام دینے کی جدوجہد کی جائے گی جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ اس ادارہ کا پروگرام یہ ہے:

• اسلام پر علمی و تحقیقی کام کرنا اور اس کے نظامِ فکر و عمل کے تمام پہلوؤں کو واضح طور پر پیش کرنا۔

• مختلف ذہنی معیارات کو سامنے رکھ کر دنیا کی مختلف زبانوں میں خصوصیت سے اردو، بنگلہ انگریزی، عربی اور ایشیائی اور افریقی زبانوں میں اسلامی لٹریچر تیار کرنا اور بلند پایہ کتب کے ترجمے کرانا۔

• دورِ جدید کے پیدا کردہ مسائل پر خصوصی تنقید کرنا اور اس سلسلہ میں فی الحال خاص طور پر اسلامی قانون اور اسلامی معاشیات کے مسائل پر علمی کام کرنا۔

• مسلمانوں کی نئی تعلیمی ضروریات کو متعین کرنا اور ان کو پورا کرنے کے لیے نصابی اور امدادی لٹریچر تیار کرنا۔

• مذاکروں، مباحثوں اور مطالعہ کے حلقوں وغیرہ کے ذریعہ اسلامی افکار و مسائل پر غور و بحث کی صحت مندانہ روایات قائم کرنا اور اسلام کے حق میں فضا تیار کرنے کی کوشش کرنا۔

• نوجوانوں کی ذہنی اور علمی تربیت کے لیے مناسب انتظامات کرنا۔

یہ ہیں وہ کام جو اس وقت ادارہ کے پیشِ نظر ہیں۔ جن حضرات کی زیرِ نگرانی یہ ادارہ کام کر رہا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی: لاہور		صدر
۲۔ مولانا محمد ناظم ندوی، پرنسپل جامعہ عباسیہ بہاولپور		نائب صدر
۳۔ مولانا عبدالرحیم صاحب، ڈھاکہ		نائب صدر
۴۔ خورشید احمد۔ ایڈیٹر وائس آف اسلام و چراغِ راہ، کراچی		معتمد اعلیٰ
۵۔ چودھری غلام محمد، کراچی		خازن
۶۔ مولانا منتخب الحق صاحب صدر شعبہ معارفِ اسلامیہ کراچی یونیورسٹی، کراچی		رکن مجلس انتظامیہ
۷۔ مولانا ظفر احمد انصاری	کراچی	رکن مجلس انتظامیہ
۸۔ میاں طفیل محمد، لاہور		رکن مجلس انتظامیہ

یہ ادارہ کراچی، لاہور اور ڈھاکہ میں کام شروع کر رہا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ تمام اسلام پسند حضرات ادارہ سے پورا پورا تعاون کریں گے اور ہر ممکن علمی، اخلاقی اور مالی مدد سے اس فکری جہاد میں ہمارے ہاتھ مضبوط کریں گے۔ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

ترجمان القرآن کا

منصبِ رسالت نمبر

یہ ضخیم نمبر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور ڈاکٹر عبدالودود رکن ادارہ طلوع اسلام کے درمیان "سنت کی آئینی حیثیت" کے موضوع پر مراسلت کے علاوہ جسٹس محمد شفیع صاحب ہائیکورٹ مغربی پاکستان کے اُس فیصلہ پر تنقید پر مشتمل ہے جو انہوں نے سنت کے بارے میں دیا ہے۔ یہ نمبر انتہائی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ منکرین حدیث کے ہر اعتراض اور دلیل کا مدلل مسکت جواب ہے۔ دفتر میں صرف چند پرچے موجود ہیں۔ ضرورت مند اصحاب فوری توجہ فرمائیں۔

دو سے زائد پرچوں کی خریداری پر ۲۵ فیصد رعایت دی جائے گی

مینجر ترجمان القرآن اچھرہ، لاہور